تاریخِ طبری کے ماخذ

نوشتہ : ڈاکٹر جواد علی، عراق اکادمی، بغداد
ترجمہ : نثار احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ٦

(۹)

• گذشتہ سے پیوستہ •

ابن اسحٰق کے شیوخ ابن اسحٰق نے مشائخ کی ایک پوری جماعت سے اخذ کیا ہے جن کی تعداد ۱۱۴ تک پہنچتی ہے اور یہ تعداد اس زمانے کے لحاظ سے جب کہ علم ایک غیر منقسم قومی سرمایہ بنا ہوا تھا، کچھ زیادہ نہیں ہے، اس عہد میں رجال العلم کی عام عادت تھی کہ زندگی کے آخری لمحے تک خدمتِ علم میں منہمک رہتے تھے اور علم کی پیاس بجھانے کے لئے بڑے دور دراز مقامات کا سفر اختیار کرتے تھے، اس لیے چاہے وہ کتنا ہی حاصل کرلیں مگر اُن کا ذوقِ طالب علمی کبھی ختم نہیں ہوتا تھا کیوں کہ ایک سے ایک بڑا عالم موجود تھا۔

تاریخِ طبری میں ابن اسحٰق کے باپ اسحٰق بن یسار کا نام ۱۵ جگہ آیا ہے[1] اور عبداللہ بن ابی بکر (متوفی ۱۳۶ھ) جس کا نام ۴۰ جگہ آیا ہے[2] نیز یحییٰ بن عباد بن عبداللہ ابن الزبیر جن کا نام ۱۴ مرتبہ آتا ہے[3]

---

[1] تاریخ طبری میں اس کا نام ۷ جگہ آیا ہے۔ دیکھو فہرست الطبری/۳۲ - اس نے الحسن بن علی اور عروۃ بن الزبیر سے روایت کی ہے، اور اس کے بیٹے نے اس سے روایت کیا ہے۔ تہذیب التہذیب ۱/ ۲۵۷ - [2] رک و فہرست الطبری/۲۹۷

[3] یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام - تہذیب التہذیب ۱۱/ ۲۳۴ - تاریخ الطبری میں ان کا نام ۱۷ جگہ آیا ہے۔ (رک: فہرست الطبری/٦٣٦)

اور محمد بن جعفر بن الزبیر[۱] اور نافع مولی ابن عمر[۲] عبدالرحمن بن ھرمز الاعرج[۳] محمد بن ابراھیم التیمی[۴]
عبداللہ بن ابی نجیح[۵] ھشام بن عروۃ[۶] اور یزید بن ابی حبیب المصری[۷] سعید المقبری[۸]

---

۱ ان کا نام ۱۶ جگہ آیا ہے۔ (فہرست الطبری / ۵۰۸) "محمد بن جعفر الزبیر بن العوام (متوفی بین ۱۱۰ - ۱۲۰ھ) فقہائے مدینہ میں سے تھے" تہذیب التہذیب ۹/۹۳۔

۲ ان کا نام ۴۲ جگہ آیا ہے۔ (فہرست الطبری/۵۸۷) "نافع الفقیہ مولی ابن عمر ابو عبداللہ المدنی" ۱۱۷ھ یا ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔ تہذیب التہذیب ۱۰/۴۱۲۔ الشذرات ۱/۱۵۴ "عمر بن عبدالعزیز نے انھیں اہلِ مصر کو حدیث کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا۔" ۳ تاریخ طبری میں اُن کا نام ۴ جگہ آیا ہے (فہرست الطبری/۳۴۴) انھوں نے ۱۱۷ھ میں اسکندریہ میں وفات پائی۔ الشذرات ۱/۱۵۳ - یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ یہ الواقدی کا قول ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں، پہلی روایت ہی درست ہے۔ یہ انساب اور تاریخ عرب کے عالم تھے۔ (تہذیب التہذیب ۶/۲۹۱) انھوں نے مصاحف کی کتابت کی تھی (تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۱)

۴ محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی، ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان سے یحیٰی ابن سعید الانصاری، ہشام بن عروۃ، الاوزاعی، اور محمد بن اسحٰق نے روایت کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۱۷ - الشذرات ۱/۱۵۷)

۵ یہ الاخنس بن شریق کے مولی تھے ۱۳۱ھ میں انتقال ہوا، مفسرین و محدثین میں شمار ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ قدریہ عقائد رکھتے تھے (تہذیب التہذیب ۶/۵۴) یہ مجاھد کے دوست تھے (الشذرات ۱/۱۸۲)

۶ تاریخ الطبری میں ان کا نام ۳۷ جگہ آیا ہے (فہرست الطبری /   ) یہ الزبیر بن العوام کے پوتے تھے ۱۴۶ھ یا ۱۴۷ھ میں انتقال ہوا۔ (تہذیب التہذیب ۱۱/۵۰ - ۵۱) ان پر ہم نے کسی دوسری جگہ تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

۷ تاریخ الطبری میں ان کا حوالہ ۱۲ جگہ آیا ہے (فہرست الطبری/۶۴۰) "یزید بن ابی حبیب ان کا نام سوید الازدی ہے، ابو رجاء المصری ان کے مولا تھے، یہ اپنے زمانے میں اہلِ مصر کے مفتی تھے، اور ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے سب سے پہلے مصر میں علوم (اسلامی) کی اشاعت کی۔ ۱۲۸ھ میں انتقال ہوا۔ (تہذیب التہذیب ۱۱/۳۱۹ الشذرات ۱/۱۷۵) ۸ سعید بن ابی سعید کیسان، متوفی ۱۲۵ھ یا ۱۲۶ھ۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۱۱۔ تہذیب التہذیب ۴/۳۸ - الشذرات ۱/۱۶۳۔

یحییٰ بن سعید الانصاری، شعبہ بن الحجاج، روح بن القاسم، وغیرہ[1] یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے نام تاریخ طبری میں آتے ہیں اور ہم آگے چل کر کسی قدر تفصیل سے ان کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

عبداللہ بن عباس | جس طرح سیرۃ ابن اسحٰق نے الطبری کے لئے زمانہ ماقبل اسلام سے متعلق کثیر مواد فراہم کیا۔ اسی طرح عبداللہ بن عباس کے علم نے اس باب کی تدوین میں الطبری کی بہت مدد کی ہے جو بلاشبہ کچھ تو سیرۃ ابن اسحٰق کے واسطے سے الطبری تک پہنچا، اور کچھ تفسیر کے مختلف اسکولوں اور عبداللہ بن عباس کے ان شاگردوں کی جماعت سے ملا جنھوں نے اپنے استاد کے علم کو خلافتِ اسلامیہ کے کونے کونے میں پہنچا دیا تھا، اور کچھ مغازی کی ان کتابوں کے واسطے سے آیا جن سے سیرۃ رسول کے مقدمے کے طور پر رسل وانبیاء کی تاریخ بنائی گئی ہے۔

الطبری کی تاریخ میں' اور تفسیر میں بھی' ابن عباس کے اقوال کثرت سے نقل ہوئے ہیں، صرف تاریخ الطبری میں ان کا نام ۲۸۶ جگہ آیا ہے۔ یہ عدد بجائے خود "تاریخ الرسل والملوک" میں ان کے اقوال کی اہمیت ظاہر کرنے کو کافی ہے۔ جبکہ اسی تاریخ میں ابوھریرہ کا نام ۵۲ جگہ' انس بن مالک[2] کا ۴۷ جگہ اور ابوذر الغفاری، سلمان الفارسی اور ابن عمر کا دو دو جگہ آیا ہے۔ اس تاریخ میں صحابہ وتابعین میں سے کسی ایک سے اتنا اسناد نہیں کیا گیا جتنا ابن عباس سے ہوا ہے۔

عبداللہ بن عباس نے جن موضوعات سے بحث کی ہے ان کا اندازہ یہ خبر پڑھ کر ہو سکتا ہے جسے ابن سعد نے اپنے شیوخ سے اور انھوں نے عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے: "ابن عباس چند خصوصیات میں سب لوگوں سے بازی لے گئے تھے۔ زمانۂ ماضی کے علم میں' اور جن امور میں ان سے مشورے کی ضرورت پڑتی تھی انکے ودک میں، حلم میں' نسب میں' اور تاویل (تفسیر) میں'۔ میں نے کوئی شخص ان سے زیادہ احادیثِ رسول

---

[1] سیرۃ ابن ھشام پر وسٹنفلڈ کا مقدمہ۔ یحییٰ بن سعید الانصاری کا نام تاریخ الطبری میں ۱۱ جگہ آیا ہے؛ ان کی کئی کتابیں بھی تھیں، تہذیب التہذیب ۱۱/۲۲۰ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۲۹ - شعبہ بن الحجاج کا نام بھی تاریخ الطبری میں متعدد جگہ آیا ہے ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔ بصرہ کے محدثین میں شمار ہوتا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۸۱ وبعد "امیرالمؤمنین فی الحدیث" الشذرات ۱/۲۴۸

[2] SCHWALLY : VOL 2 P 125
GOLDZIHER : MUH. STUD. VOL. 2 P 147
CAETANI ANNALI VOL 1 P 43

کا جاننے والا نہیں دیکھا، نہ ابوبکر، عمر اور عثمان کی خلافت کے حالات جاننے میں کوئی ان سے بڑھ کر تھا، نہ فقہ میں، نہ شعر کے علم میں، نہ عربیت میں، نہ قرآن کی تفسیر، حساب اور فرائض میں، نہ پچھلے دور کی تاریخ کے علم میں، نہ اُن سے زیادہ گہری اور پختہ رائے رکھنے والا کسی کو پایا۔ اُن کی مجلس کا یہ حال تھا کہ ایک دن صرف فقہ کی گفتگو ہوتی تھی تو دوسرے دن تاویل کی، کسی دن مغازی کی، کبھی شعر و شاعری کی، کبھی ایام عرب کی۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ اُن کی مجلس میں کوئی عالم بیٹھا ہو اور اُن کے سامنے سر تعظیم خم کر کے نہ اٹھا ہو، اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ کسی سائل نے ان سے کچھ پوچھا ہو اور اُن کے پاس علم نہ پایا ہو۔"[1]

آپ الطبری کی تاریخ میں کوئی بھی فصل پڑھ جائیے، اس میں ایک آدھ قول، یا بکثرت اقوال عبداللہ بن عباس کے ضرور پائیں گے جو اسرائیلیات یا عرب کے بدوی قبائل یا مغازی سے متعلق ہوں گے، بلکہ ان موضوعات پر کوئی بھی کتاب پڑھئے ان میں ابن عباس کا قول ضرور ملے گا۔ محدثوں نے ان کی طرف ۱۶۶۰ حدیثوں کی نسبت کی ہے۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ بخاری و مسلم نے ان میں سے ۹۵ حدیثیں منتخب کی ہیں، وہ احادیث ان کے سوا ہیں جو مختلف محدثوں نے اپنے اپنے طور پر انتخاب کی ہیں۔ نیز ان سے کلام اللہ کی تفسیر کے سلسلے میں ۱۰۰ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔[2]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابن عباس کے مولیٰ کریب بن ابی مسلم کے پاس یک بار شتر کتابیں ابن عباس کی کتابوں میں سے تھیں، اور جب علی بن عبداللہ بن عباس کو ان میں سے کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ اسے لکھتے تھے کہ فلاں فلاں کتاب میرے پاس بھجوا دو، پھر اسے نقل کرتے تھے اور ان میں سے ایک نسخہ واپس کر دیتے تھے۔[3]

اس خبر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عباس کے اقوال کی تدوین ان کی زندگی ہی میں شروع ہو چکی تھی اور یہ کہ انھوں نے اپنے وارثوں کے لئے کتابیں چھوڑی تھیں، البتہ اخبار میں یہ نہیں آیا کہ انھوں نے آج کے اصطلاحی مفہوم میں کوئی کتاب تصنیف بھی کی تھی۔

اس خبر سے ایک اور مشکل مسئلہ ہمارے سامنے آتا ہے، اگر یہ صحیح ہے کہ ابن عباس نے ترکے میں ایک بار شتر

---

[1] الطبقات الکبریٰ جلد ۲ قسم ۲/۱۲۲۔ اسد الغابہ ۳/۱۹۳۔ نیز رک: الدولابی ۱/۸۲۔ [2] الطبقات ۵/۲۱۶ تہذیب التہذیب ۴/۲۷۶ وبعد۔ [3] طبقات ابن سعد (در ذیل ترجمہ ابن عباس و ابی کریب)

یا کم و بیش کتابیں چھوڑی تھیں تو پھر ابن عباس کے اقوال میں جنھیں راویوں نے مدون کیا ہے۔ اختلاف اور تناقض کیوں پایا جاتا ہے ؟

حقیقت میں اس اشکال کا ایسا علمی اور تسلی بخش جواب ممکن نہیں جو آج کے ناقد کو مطمئن کر دے، کیا ابن عباس اپنے اقوال ادلتے بدلتے رہتے تھے ؟ کہ آج کچھ کہا اور کل اس سے رجوع کر لیا، یا کہہ کر بھول جاتے تھے ؟ اور اس کے نتیجے میں یہ تناقض پیدا ہوتا تھا ! یا اس کی ذمہ داری اُن معتمد راویوں پر ہے جو بصرہ، مکہ، طائف یا دوسری جگہوں پر ان کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر اُن کے اقوال کی تدوین کرتے تھے، یا ان میں سے کوئی بھی ذمہ دار نہیں ہے - بلکہ یہ ذمہ داری اس سیاست پر ہے جس نے اخبار گھڑنے والوں سے چشم پوشی کی اور انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم اس حیلے سے حکومتِ عباسیہ کے اہلِ سیاست کا تقرب حاصل کر رہے ہیں، اور انھوں نے ابن عباس سے بھی اسی طرح جھوٹے اقوال بکثرت منسوب کرنے شروع کر دیے جیسا کہ انھوں نے رسول اللہؐ اور اُن کے خلفاء اور جاہلی و اسلامی شعراء سے منسوب کیے تھے۔

اشپرنگر (A SPRENGER) نے اس مشکل کو یوں دور کیا کہ ابن عباس پر کذب و افتراء کا الزام لگا دیا[1]۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ ذرا غور و فکر سے کام لیتا اور ان اقوال کا جو ابن عباس سے منسوب ہیں دقیق علمی مطالعہ کرتا، اور اُن سیاسی عوامل پر بھی سوچ بچار کر لیتا جو ممکن ہے اس وقت بہت ذمہ دار اور دخیل رہے ہوں مگر آج ہماری تحقیق میں حارج نہیں ہیں — تو ان اسباب کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد وہ ایسا حکم لگانے میں جو جرح و تعدیل کے معمولی اصولوں کے بھی خلاف ہے، اتنی جلد بازی سے کام نہ لیتا۔

ابن عباس کے تلامذہ | ابن عباس نے اپنے پیچھے شاگردوں کی بڑی تعداد چھوڑی، جن کا عہدِ بنی امیہ میں عربوں کے ذہن پر گہرا اثر تھا۔ یہ لوگ عراق، شام، حجاز اور دوسرے علاقوں میں پھیل گئے اور اپنے استاد کی طرح متعدد

---

(1) A SPRENGER IN JOURNAL OF THE ASIATIC SOCIETY OF BENGAL VOL 25 P. 72 (1856)
DAS HEBEN UND DIE LEHRE DES MUHAMMED III PP CVI–CXV
CAETANI : ANNALI VOL I P 47–51
SCHWALLY VOL II P 167

درسی حلقے بنا لیے جن پر سب سے غالب رنگ تفسیر کا تھا پھر حدیث، ایام العرب اور شعر کا۔ اسلام کے ابتدائی عہد کی ثقافتی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لیے ان لوگوں کی علمی کاوشوں کے اثرات اور ان کے اقوال و مولفات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ابن الاثیر ان میں سے اکثر کے نام لکھتا ہے[1] جن میں سے عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالک کثیر بن عباس (ابن عباس کے بھائی) علی بن عبداللہ بن عباس، عکرمہ، کریب، عطاء بن ابی رباح، مجاھد ابن ابی ملیکہ، عمرو بن دینار، عبید بن عمر، سعید بن المسیب، قاسم بن محمد، عروۃ بن الزبیر محمد بن کعب، طاؤس وھب بن منبہ، کعب الاحبار، سعید بن جبیر اور ابو صالح باذام قابلِ ذکر ہیں۔

ان میں سے اکثر کا تاریخِ طبری سے تعلق ہے، کیوں کہ ان کے اقوال و روایات اس میں موجود ہیں، جنھیں الطبری نے اپنے شیوخ سے اخذ کیا ہے۔ اس سے پہلے ہم وھب بن منبہ کا ذکر کر چکے ہیں کہ تاریخ الطبری میں ان کی روایات کا کیا حصہ ہے اور جن اسناد کے ذریعے وہ الطبری تک پہنچی ہیں ان پر بھی گفتگو ہو چکی ہے۔ وھب کی کچھ روایات ایسی بھی ہیں جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ابن عباس سے اخذ کی تھیں۔ مجھے اس کی صحت میں شک ہے، یہ بات کس طرح باور کی جا سکتی ہے کہ وھب بن منبہؒ نے اسرائیلیات کا یہ حصہ ابنِ عباس سے حاصل کیا ہوگا حالانکہ وھب خود اس موضوع پر اُن سے زیادہ جانتے تھے، آلِ منبہ اور صنعانیوں کا دعوٰی ہے کہ انھوں نے درجنوں کتابیں پڑھ رکھی تھیں اور کتبِ سماویہ کے احکام سے باخبر تھے نیز انھیں توراۃ، تلمود اور مدراش کا بھی علم تھا؛ البتہ اس کے برعکس ہو سکتا ہے، روایات میں جو کچھ آیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ عبداللہ بن عباس اپنا اشکال رفع کرنے کے لیے اہلِ کتاب سے پوچھا کرتے تھے۔ بظاہر وھب بن منبہؒ کے رواۃ نے یا خود وھب نے ایسے اقوال ابن عباس کے نام سے وضع کر لیے تا کہ وہ مسلمانوں میں آسانی سے رائج ہو جائیں۔

رہا کعب الاحبار کا ابن عباس سے روایت کرنا۔ یہ بھی محلِ نظر ہے۔ اگرچہ اہلِ اخبار نے اور خود الطبری نے اس میں تامل نہیں کیا، وہ اُن کی سند سے متعدد روایات نقل کرتا ہے[2] لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کعب الاحبار

---

[1] اسد الغابۃ ۳/۱۹۴ - الاتقان/۹۰۹

[2] الطبری ۱/۶۲ - الواحدی: الاسباب/۱۴۱ SCHWALLY V.2 P 165

اور ابن عباس کی ملاقات ہونے کا کوئی قوی شاہد یا قرینہ موجود نہیں ہے۔

سعید بن جبیر | ابن عباس کے شاگردوں میں جنھوں نے تاریخ الطبری میں سب سے زیادہ روایات کی ہیں۔ سعید بن جُبیر (متوفی ۹۵ھ) مجاہد بن جبر (متوفی ۱۰۳ھ) عکرمہ (متوفی ۱۰۶ھ) عطاء بن ابی رباح (متوفی ۱۱۴ھ) ابوصالح باذام (متوفی سنہ ھ) اور عمرو بن دینار (متوفی ۱۲۶ھ)[1] قابلِ ذکر ہیں۔

ان میں سعید بن جبیر کی متعدد روایات تاریخِ طبری میں ملتی ہیں، ان میں کچھ ابن عباس سے ہیں، کچھ کسی اور سے، اور کبھی روایت کی سند خود ان پر ختم ہو جاتی ہے۔[2] یہ ابن عباس کے بڑے سرگرم تلامذہ میں سے تھے، ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے، حاضرین کے سوالات اور ابن عباس کے جوابات غور سے سنتے تھے، پھر انھیں قلمبند کر لیتے تھے اور جب دوبارہ ابن عباس کی خدمت میں جاتے تھے تو یہ اوراق اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ وہ حساب سے بھی واقف تھے اس لئے لوگ اُن سے فرائض کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔[3] فجر اور عصر کی نماز کے بعد لوگوں کے درمیان بیٹھ کر وہ قصے بیان کرتے تھے یا قرآن پڑھ کر سناتے تھے، لکھنے پڑھنے میں خوب ماہر تھے اس لیے ابن عباس کے معتمدین میں سے تھے۔

سعید بن جبیر نے کوفے میں اقامت اختیار کر لی، اور وہاں بڑی شہرت کمائی۔ ابن عباس کا علم کوفے میں انھیں نے پہنچایا۔ چنانچہ اہلِ کوفہ کو جب ابن عباس کی کسی روایت کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ سعید بن جبیر ہی سے رجوع کیا کرتے تھے۔[4] وہ لوگ کسی حدیث کے بارے میں عبداللہ بن عباس سے لکھ کر استفسار کرتے

---

[1] الفہرست/۵۱۔ [2] ان کا نام تاریخِ طبری میں ۶۳ سے زیادہ مقامات پر آیا ہے۔ [3] ابن سعد: الطبقات الکبری ۶/۱۷۹۔ الشذرات ۱/۱۰۸ "یہ فتاوی نہیں لکھتے تھے حالانکہ ابن عباس اس کے لیے فرمائش کرتے تھے مگر جب وہ نابینا ہو گئے تو انھوں نے فتوے لکھنا شروع کر دیا تھا" تذکرۃ الحفاظ ۱/۶۵

[4] ابن سعد: الطبقات الکبری ۶/۱۷۶ سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ میں حج کو جانے کی تیاری کر رہا تھا، اسی زمانے میں کوفے کے ایک یہودی نے مجھ سے کہا: "میں دیکھتا ہوں کہ تم علم کی کھوج کرنے والے انسان ہو، ذرا یہ بتاؤ کہ دونوں میں سے کون سی اجل کا موسیٰ کے لیے حکم دیا تھا؟" میں نے کہا: "مجھے علم نہیں، لیکن میں عرب کے سب سے بڑے عالم (ابن عباس)

باقی بر صفحۂ آئندہ)

توابن عباس بھی ابن جبیر ہی سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ وہ اس شہر (کوفہ) میں اسی طرح مجلسِ علمی منعقد کرتے تھے جیسے ان کے استاد طائف اور مکہ میں کیا کرتے تھے، ان مجلسوں میں تشنگانِ علم کو سیراب کیا جاتا تھا، ان کے سامنے احادیث کا درس ہوتا تھا، ان سے روایات اخذ کی جاتی تھیں، اخبارِ گذشتگان کی تلاش کی جاتی تھی اور اہلِ کتاب کے ہاں رسل و انبیاء اور آفرینش کے سلسلے میں جو کچھ وارد ہوا ہے، اس کی کھوج ہوتی تھی۔ ان دنوں ملتِ عربی کو اس موضوع سے گہرا شغف تھا، چنانچہ سعید نے ان میں سے جس سے بھی جو کچھ ملا، وہ حاصل کیا۔ اسی لیے ہمیں تاریخِ طبری میں کچھ اقوال ایسے ملتے ہیں جن کی سند ابن جبیر نے اہلِ یہود تک پہنچائی ہے۔ بظاہر یہ لوگ کوفے میں جمع ہوتے تھے۔ باہم مباحثے کرتے تھے اور یہ اُن سے اس نوع کی تاریخی روایات اخذ کرتے تھے، ان کے ایک ساتھی عزرہ نامی تھے جو اکثر سعید بن جبیر کے پاس آیا کرتے تھے، ان کے ساتھ تفسیر کی کتاب اور دوات ہوتی تھی اور وہ (ابن جبیر سے پوچھ پوچھ کر) اس میں تبدیلیاں کیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر کی تفسیر نے بہت شہرت حاصل کی اور ان سے شیوخ کی ایک جماعت نے اس کی روایت کی۔

ابن جبیر کے تلامذہ ابن جبیر نے اپنے پیچھے شیوخ کی ایک بڑی تعداد چھوڑی جنھوں نے اُن سے علم حاصل کیا[1] خاص طور سے علمِ تفسیر جس کے لئے ابن جبیر کی شہرت ہے۔ ان تلامذہ میں سے ایک الضحاک بن مزاحم (متوفی ۱۰۵ھ) ہیں جنھوں نے تفسیر کا علم ابن جبیر سے اس زمانے میں اخذ کیا جب وہ رے[2] میں تھے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کے پاس جانے والا ہوں ان سے اس کے بارے میں پوچھوں گا۔" جب میں مکہ پہنچا تو میں نے ابن عباس کے سامنے یہ سوال پیش کر دیا اور انھیں یہودی کا قول بھی سنایا۔ انھوں نے کہا: "دونوں میں سے سب سے بڑی اور سب سے شیریں کا۔ کیوں کہ جب نبی سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف نہیں ہوتا۔" سعید نے کہا: جب میں عراق واپس آیا تو اس یہودی سے ملا، اور اسے یہ خبر دی اُس نے کہا: وہ سچے ہیں، اور جو کچھ موسیٰؑ پر نازل ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔" المذاہب الاسلامیہ/۷۲۔ الطبری: تفسیر ۲۰/۴۰
SCHWALLY VOL 2 P 167

[1] ابن سعد: الطبقات الکبری ۲۱۰/۶۔ [2] "وہ سعید بن جبیر سے رے میں ملے تھے اور ان سے علمِ تفسیر حاصل کیا تھا۔" تہذیب التہذیب ۴۵۳/۴ - انھوں نے ۱۰۵ھ میں انتقال کیا۔ الشذرات ۱۲۴/۱ - ایک روایت میں ۱۰۲ھ بھی آیا ہے۔

ان کی ایک "کتاب" بھی تھی جس میں اصول قرأۃ وکتابت اور تفسیر وقصص بیان ہوئے تھے۔ ان کے مشہور تلامذہ میں جنھوں نے ان سے علم تفسیر حاصل کیا جویبر بن سعید البلخی، علی بن الحکم، عبید بن سلیمان الباھلی (سلمان)، ابو روق بن حارث اور نھشل کے نام آتے ہیں۔ انھوں نے سعید بن جبیر کے واسطے سے ابن عباس تک سند پہنچائی ہے۔

سفیان بن وکیع | الطبری کا طریق اسناد جو سعید بن جبیر تک پہنچتا ہے وہ سفیان بن وکیع بن الجراح الرؤاسی ابو محمد الکوفی (متوفی ۲۴۷ھ) کے واسطے سے ہے۔ الطبری نے ان سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں، وہ اکثر لکھتا ہے: "حَدَّثَنَا ابْنُ وَكِيعٍ..." یا کبھی کہتا ہے: "حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ..." سفیان کے باپ وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی بن فرس بن جمجمہ الرؤاسی الکوفی[۲] (متوفی ۱۹۷ھ) اصحاب حدیث واخبار میں سے تھے، تاریخ میں ان کی کچھ مولفات بھی ہیں۔ انھوں نے اپنے زمانے کے مشہور علماء حدیث کی جماعت سے روایت اخذ کی تھی جن میں اسماعیل بن ابی خالد، ہشام بن عروۃ، عبداللہ بن عون، ابن جریج، اور بیروت

(1) SPRENGER: DAS LEBEN VOL 3 P CXIII

جویبر بن سعید الازدی ابو القاسم البلخی مفسرین میں سے تھے۔ یحییٰ القطان نے کہا: "اُن لوگوں سے تفسیر اخذ کرنے میں حرج نہیں، جن کی حدیث کو معتبر نہیں سمجھا گیا ہے پھر الفور نے الضحاک، جویبر اور محمد بن السائب کا ذکر کیا کہ یہ لوگ اُن سے احادیث قبول نہیں کرتے تھے مگر اُن کی تفسیر اخذ کر لیتے تھے۔" جویبر بن سعید بلخ کے باشندے تھے اور الضحاک کے دوستوں میں سے تھے ان سے بہت سی روایات آئی ہیں۔ وہ اقوام کی تاریخ جاننے کے لیے مشہور تھے اور ان کو تفسیر میں "حسن" (اچھا) کہا گیا ہے مگر روایت کرنے میں ذرا نرم تھے۔ ۱۴۰ھ اور ۱۵۰ھ کے درمیان انتقال کیا۔ تہذیب التہذیب ۲/ ۱۲۴۔

علی بن الحکم البنانی ابو الحکم البصری، ۱۳۰ھ یا ۱۳۱ھ یا ۱۳۵ھ میں رحلت کی۔ تہذیب التہذیب ۷/ ۳۱۱۔

عبید بن سلیمان الباھلی ان کے مولا تھے۔ ان کا وطن کوفہ تھا، مرو میں پرورش پائی۔ انھوں نے الضحاک بن مزاحم سے روایت کی ہے۔ تہذیب التہذیب ۷/ ۶۷۔

ابو روق عطیہ بن الحارث الھمذانی الکوفی صاحب تفسیر تھے۔ تہذیب التہذیب ۷/ ۲۲۴۔ تاریخ طبری میں ۴۶ جگہ ان کا حوالہ آیا ہے۔ نھشل بن سعید بن وردان الوردانی ابو سعید، انھیں ابو عبداللہ الخراسانی النیسابوری اور الترمذی بھی کہا جاتا ہے یہ ثقہ نہیں ہیں۔ جھوٹے تھے، ان کی حدیث بھی قبول نہیں کی جاتی۔ انھوں نے الضحاک سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۷۹۔ [۲] المعارف/ ۲۲۱۔ الفہرست/ ۳۱۷ (۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۸۲) الشذرات ۱/ ۳۴۹۔

کے مشہور فقیہ الاوزاعی، سفیان ثوری، اسرائیل اور شعبہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات کا حوالہ تاریخ طبری میں بھی جابجا آتا ہے۔ وکیع بن جراح سے نقل روایت کرنے والوں میں خود ان کے فرزند اور الطبری کے شیخ سفیان بن وکیع کے علاوہ عبداللہ ابن المبارک، یحییٰ بن آدم، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی ابوخیثمہ زہیر بن حرب، شیبہ کے دونوں بیٹے ابوبکر و عثمان، عباس بن غالب الوراق اور یعقوب الدورقی وغیرہ[1] مشاہیر محدثین و مؤرخین میں سے ہیں۔

کتب فروشوں نے سفیان بن وکیع کی شہرت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اُن کے نام سے جعلی کتابیں[2] بنانی شروع کر دی تھیں۔ ان کی سند سعید بن جبیر سے کئی طریقوں سے ملتی ہے، مثلاً ایک اُن کے والد کا طریق ہے کہ انھوں نے اپنے استاد سفیان بن عینیہ بن ابی عمران ابی محمد (متوفی ۱۹۸ھ)[3] سے روایت کیا جو کوفے کے محدثین میں سے تھے مگر مکہ چلے گئے تھے اور وہیں بود و باش اختیار کر لی تھی، انھوں نے حجاز کے محدثوں سے حدیث کی سماعت کی، حتیٰ کہ اہلِ حجاز کی حدیثیں جاننے والوں میں سب سے عالم سمجھے گئے۔ امام شافعی کا یہ قول بتایا جاتا ہے کہ "اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم اُٹھ گیا ہوتا"[4] اسی طرح یہ مفسروں میں بھی بلند پایہ تھے انھوں نے علمِ تفسیر صالح بن کیسان، عمرو بن دینار اور الزہری سے حاصل کیا تھا۔ تفسیر میں ایک کتاب کے مصنف بھی تھے۔ ان حضرات کے طریق سے ابن عینیہ کی سند بھی ابن عباس سے متصل ہوتی ہے[5]

سفیان بن عینیہ نے ایسے لوگوں سے روایت کی جنھیں علماء نے مشہور محدثین میں شمار کیا ہے، مثلاً: الاعمش، ابن جُریج اور شعبہ۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اور ان جیسے دوسرے علماء، قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، ابو اسحٰق السبیعی وغیرہ نے علم حدیث کی بہت خدمت کی ہے۔ انھوں نے کتنی ہی راتوں کو جاگ جاگ کر احادیث جمع کیں، پھر اُن کی ترتیب میں منہمک رہے اور اس طرح وہ راستہ تیار کر گئے جس پر بعد میں

---

[1] تاریخ بغداد ۱۳/۴۹۶۔ [2] تہذیب التہذیب ۴/۱۲۳۔ [3] سفیان بن عینیہ (ولادت: ۱۰۷ھ) جنھوں نے ۱۶۳ھ میں مکہ کو ہجرت کی تھی، ان کے ترجمہ کے لئے رجوع شود: کتاب المعارف/۲۲۱۔
تہذیب التہذیب ۴/۱۱۷۔ "یہ الزہری کے راویوں میں سے ہیں" "ابن وھب نے کہا کہ میں نے علم تفسیر میں ابن عینیہ سے زیادہ جاننے والا کسی کو نہیں پایا" الشذرات ۱/۳۵۴۔ [4] تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۴۲۔ [5] الفہرست/۳۱۶

آنے والوں نے سفر کیا ہے۔

الاعمش | الاعمش، یعنی سلیمان بن مہران ابو محمد الاسدی الکوفی (متوفی مابین ۱۴۵ - ۱۴۸ھ)[1] ابن عباس کے شاگرد، اور فنِ تفسیر کے مشہور عالم، مجاھد بن جبر کے اہم راویوں میں سے ہیں۔ نیز انھوں نے المنہال بن عمرو الاسدی الکوفی سے بھی روایت کی ہے جو انس، سعید بن جبیر، مجاھد بن جبر، عبد الرحمن بن ابی لیلی اور الشعبی وغیرہ کوفے کے مشہور محدثوں اور مفسروں سے روایت کرتے ہیں۔

ابن جُریج | ابن جُریج کا پورا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جُریج (متوفی ۱۵۰ھ) ہے یہ[2] اُمویوں کے مَولیٰ تھے اور رومی الاصل تھے، انھوں نے بھی علماء کی ایک جماعت سے روایتِ حدیث اخذ کی جن میں: الزھری، اُن کے باپ، مجاھد، عطاء بن ابی رباح، نافع، عکرمہ، صالح بن کیسان عمرو بن دینار وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے صغار صحابہ کا زمانہ بھی پایا تھا۔ ان سے حجاز، شام اور عراق کے علمائے حدیث و تفسیر کی ایک جماعت نے روایت کی، مثلاً سفیان بن عُیَینہ جن کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری، جو کوفے کے فقیہوں اور مفسروں میں سے تھے اور ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے،[3] یہ قبیلہ "بنی ثور" سے علاقہ رکھتے تھے جو کوفے میں آکر بس گیا تھا، خلیفہ المہدی ان کے درپئے آزار ہو گیا تھا، کیوں کہ یہ حق بات کہنے میں بہت نڈر تھے اور خلیفہ کے مسلک سے اختلاف رکھتے تھے اور اس کا بےباکی سے اظہار کرتے تھے۔ آخر انھیں مجبور ہو کر بصرے کی طرف بھاگنا پڑا اور وہاں روپوش رہے یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔ انھوں نے اپنی کتابیں عمار بن یوسف کے پاس چھوڑ دی تھیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کتابوں کو محفوظ رکھنے سے گھبراتا تھا اس لیے کچھ کو دھو ڈالا اور بعض کو جلا کر بھسم کر دیا۔[4]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ/۱۴۵ "یہ کوفہ کے عالم اور محدث تھے" الشذرات ۱/۲۲۰ - ۲۲۱ - [2] تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۰۔ الشذرات ۱/۲۲۶ - [3] تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۹۱ وبعد۔ یہ ۹۷ھ میں پیدا ہوئے علم الحدیث میں "امیر المومنین تھے" الشذرات ۱/۲۵۰ - [4] الفہرست/۳۱۴ - ۳۱۵ - میں ان کی "کتاب السنن" کا حوالہ ہے۔

(سفیان ثوری کی تفسیرِ قرآن کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔ جسے مولانا امتیاز علی عرشی نے نہایت مفید حواشی کے ساتھ ایڈٹ کر کے چھاپ دیا ہے۔ یہ مکمل تفسیر نہیں، صرف چند پاروں کی بعض آیات پر الثوری کی روایت ہے۔ بہرحال اس لیے قابلِ قدر ہے کہ تفسیرِ قرآن کا ایک قدیم اور مدوّن نسخہ ہے)

(مترجم)

ابن جریج ان علماء میں سے ہیں جنھوں نے کتابیں بھی تالیف کیں، چنانچہ ابن الندیم نے اپنی کتاب میں ان تالیفات کے نام گنائے ہیں جو انھوں نے فقہ کے موضوع پر کی تھیں[1] اور ان کے ترجمہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ حجاز میں پہلے شخص ہیں، یا پہلے مصنف ہیں جس نے اسلام کے موضوع پر کتابیں لکھیں۔ ان کے ساتھ ہی ابن ابی عروبہ کا تذکرہ کیا گیا ہے[2] جو عراق کا پہلا مصنف سمجھا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ اُس نے ایک ہزار کتابیں تالیف کی تھیں، جن میں ایک مجموعہ خالد بن نزار الایلی کے پاس تھا۔[3] انھوں نے خود الزہری کی کتابوں[4] سے لکھا تھا۔ بظاہر یہ کثرت سے موٹی موٹی کتابیں تالیف کرتے تھے جو ابواب پر منقسم ہوتی تھیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے: وہ پہلے شخص ہیں جس نے کتابیں تالیف کیں، جس طرح اُن کے ہم عصر اور علم حدیث و فقہ میں ہم پلہ سعید بن ابی عروبہ البصری (متوفی ۱۵۶ھ) کے لیے کہتے ہیں: وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتابیں تصنیف کیں، اور مراد یہ ہوتی ہے کہ بصرہ میں پہلی بار[5] ابواب کی تقسیم کے ساتھ انھوں نے مواد جمع کیا تھا۔ وہ اپنے شہر بصرہ میں ابن جریج کی طرح بہت اثر و رسوخ والے انسان تھے، ان کے تلامذہ کی بھاری تعداد ان سے فارغ التحصیل ہو کر نکلی اور اس شہر کے علماء میں شمار ہوئی۔

شعبہ | شعبہ بن الحجاج بن الورد العتکی (متوفی ۱۶۰ھ) بصرہ کے محدث تھے۔[6] یہ واسط کے باشندے تھے اور کوفے میں تعلیم حاصل کی، پھر کوفہ اور بصرہ کی علمی روایات کے جامع بن گئے۔ مشہور محدث السختیانی ان کے تلامذہ میں سے ہیں، ابن اسحٰق بھی ان کے شیوخ میں سے ہے، اس کے علاوہ سفیان الثوری اور غندر وغیرہ۔ یہ دوسرے محدثوں کے مقابلے میں شعر کی طرف زیادہ مائل تھے، حتیٰ کہ الاصمعی نے کہا "میں نے الشعبہ سے زیادہ شعر کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا"[7]

(باقی)

---

[1] الفہرست/۳۱۶ - [2] تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۱ - الشذرات ۱/۲۲۶ - [3] تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۶۱ - خالد بن نزار بن سلیم الغسانی (مولیٰ) الایلی - ۲۲۳ھ میں وفات پائی جیسا کہ ابن سعد نے روایت کیا ہے - تہذیب التہذیب ۳/ ۱۲۳ - [4] تہذیب التہذیب ۶/۴۰۲ - [5] تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۷ - الشذرات ۱/۲۳۴ "بصرہ کے شیخ اور عالم اور پہلے شخص جنھوں نے وہاں علم کو مدوّن کیا۔" [6] التذکرۃ ۱/۱۸۵ "اگر شعبہ نہ ہوتے تو علم حدیث سے عراق واقف ہی نہ ہوتا۔" الشذرات ۱/ ۲۴۷ - [7] التذکرۃ ۱/۱۸۱ -